بیٹیوں کی وراثت کے معاشرتی مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں

احمد رضا*

سید وحید احمد**

Abstract

In Islam bringing up girls is strongly appreciated. Prophet Muhammad (SAW) promised the one who brings up their girls properly that he would accompany him in paradise. To understand why the noble Prophet Muhammad, peace and blessings be upon him, empathized the well bringing up of girls we have to know that in the Arabic society before Islam, fathers used to feel disgraced when a daughter is born to him. They used to bury the girl alive to get rid of the shame. They considered the daughter as inferior to the son. In fact, only few of them were a bit fair to girls. Fighting such an unfair attitude was one of the main issues in Islam that came with the major concept of equality between all races, "An Arab is not better than a non-Arab and a non-Arab is not better than an Arab". To fulfill this concept Islam had to fight sex discrimination. Islam fought this discrimination in various ways in which Islam ensured the rights of women whether as a mother, wife or daughter. This article deals with the social issues of daughter's inheritance. We highlighted these problems and suggested the resolutions in this article.

Keywords: Inheritance, Daughters, Social Issues, Resolutions.

موضوع کا تعارف:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرد اور عورت بہ حیثیت انسان برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے دائرہ کار اور معاشرتی کردار مختلف ہونے کے باوجود اجر وثواب اور تقویٰ وپرہیز گاری کے اعتبار سے درجات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلام نے مرد کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مقام و مرتبے میں دنیاوی اعتبار سے عورت پر فوقیت دی ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ عورت کو اس کے تمام تر مذہبی، سماجی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی حقوق فراہم کرے۔ انہی حقوق میں سے ایک جائیداد اور اموال کی وراثت میں عورت کا حقِ وراثت ہے جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے لیکن عورت کو یہ حق آسانی سے نہیں ملتا۔ سماجی سطح اسے اپنے حقِ وراثت کے حصول میں مختلف قسم کی مشکلوں سے پالا پڑتا رہتا ہے۔ سال ہا سال عدالتوں اور پنچائتوں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور اسی میں عمر تمام ہو جاتی ہے۔

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

**استاذ دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ان مسائل کے حل کیلیے صاحبان علم و اختیار کو خصوصی توجہ دینے اور عملی اقدام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ زیر نظر مقالہ میں بیٹیوں کے حقوق وراثت قرآن وسنت کی رشنی میں ہم نے بیان کیے ہیں اور حقوقِ واثت کے حصول میں درپیش معاشرتی مسائل زیر بحث لائے ہیں۔ مقالہ کے اختتام پر نتائج وسفارشات بھی مرتب کی ہیں۔ بیٹیوں کو حقِ وراثت کے حصول میں کون کون سے معاشرتی مسائل درپیش ہیں اور ان کا حل کیا ہے؟ مقالہ ہذا قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کیا گیاہے۔اس کا اسلوب بیانیہ ہے اور موقع و محل اس میں تجزیہ وتنقید شامل ہے۔

انسانیت کی بقاء کا مدار:

حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا سلام اللہ علیہا کے مبارک جوڑے کے زمین پر آباد ہونے کے بعد نسلِ انسانی کی افزائش کا سلسلہ شروع ہوا تو انسانوں کا ایک جہان آباد ہو گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء[1]

”اے لوگو اپنے رب کی ناراضگی سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو زمین پر پھیلا دیا۔“

کرہ ارض پر انسان کی بقاء اور سلامتی کا تعلق افزائشِ نسل سے ہے جس کا انتظام اللہ تعالی نے نکاح کے ذریعہ کیاہے۔ نکاح کے بعد زوجین کے ملاپ سے اولاد کی نعمت حاصل ہوتی ہے جو دنیاوی زندگی کی زینت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[2]

”مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔“

---

[1] النساء: ۱

[2] الکہف: ۴۶

بیٹیوں کو در گور کرنے کی رسم کا خاتمہ:

اسلام کی آمد سے قبل بیٹا اور بیٹی میں فرق کیا جاتا تھا۔ خاص طور پر بیٹیوں سے بہت ناانصافی کی جاتی تھی۔ ان کی پیدائش کو ذلت کا باعث سمجھا جاتا تھا اور انھیں زندہ در گور کر کے زندگی کی نعمت سے ہی محروم کر دیا جاتا تھا۔ اس حقیقت کی نقاب کشائی قران مجید یوں فرمارہا ہے:

وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُوءِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ[3]

"اور جب زندہ در گور کی جانے والی جان سوال کیا جائے گا کہ اسے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔"

عرب معاشرہ میں بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کی رسم کا آغاز قیس بن عاصم تمیمی نے کیا[4]۔ علامہ سیوطی نے لکھاہے کہ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد قیس بن عاصم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بارہ یا تیرہ بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کا اعتراف کیا[5]۔ امام رازی کے مطابق عرب معاشرہ میں یہ ظالمانہ رسم کندہ، تمیم اور قریش کے قبائل میں عام تھی[6]۔ اسلام نے اس جیسی کئی برائیوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ ہر انسانی جان کو برابری کی بنیاد پر حقِ حیات عطا کیا اور یہ حق سلب کرنے والے کو سخت وعید سناتے ہوئے دنیاو آخرت کی سزا کا مستحق قرار دیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

ان الله حرم عليكم عقوق الامهات و واد البنات[7]

"اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کر دیا ہے۔"

اولاد سے حسن سلوک کی نبوی تعلیمات:

بیٹا بیٹی اللہ تعالی کی نعمت ورحمت ہیں اور اس کی قدر شناسی اور شکر والدین پر واجب ہے۔ اسلام میں بیٹا بیٹی سے ہر معاملہ میں انصاف اور محبت، ان کی اچھی تعلیم و تربیت اور ان سے حسنِ سلوک کا حکم قرآن وسنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو چار بیٹیاں عطا کیں۔ آپ ﷺ نے ان سے عظیم شفقت و محبت کی اور

---

[3] التکویر: ۸، ۷

[4] امام قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القران**، (ایران: انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۹۸ھ)، ۱۰: ۲۳۳

[5] علامہ سیوطی، جلال الدین، **الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور**، (بیروت: دارالمعرفہ، ۱۴۱۸ھ)، ۱۰: ۳۲۰

[6] امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۹۸ھ)، ۲: ۷۷۴

[7] امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۴۰۲ھ)، ۲: ۱۳

ان کی مثالی تعلیم و تربیت کرکے عالمِ انسانیت کے لیے اسوہء حسنہ قائم کیا۔ آپ ﷺ نے بیٹیوں کی اچھی پرورش، تعلیم و تربیت اور ان کے نکاح و بیاہ کے فرائض سے سبکدوش ہونے والے والدین اور سرپرستوں کو جنت میں اپنی رفاقت کی بشارت عطا فرمائی۔ اس بابت نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

من عال جاریتین دخلت انا وھو الجنۃ کھاتین واشار باصبعه[8]

" جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کرکے سمجھایا۔"

من ابتلی بشئی من البنات فصبر علیھن کن حجابا من النار[9]

"جس شخص کی بیٹیوں کے ذریعہ آزمائش کی گئی اور اس نے اس پر صبر کیا تو بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جائیں گی۔ "

من عال ابنتین او اختین او خالتین او عمتین او جدتین فھو معی فی الجنۃ کھاتین و ضم اصبعه السبابۃ[10]

"جس شخص نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو خالاؤں یا دو پھوپھیوں یا دو دادیوں کی پرورش کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہو گا، اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملا لیا۔"

من کانت له انثیٰ فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یوثر ولده علیھا یعنی الذکور ادخله الله بھا الجنۃ[11]

"جس شخص کی بیٹی ہو اور وہ اسے نہ تو زندہ در گور کرے، نہ ہی حقیر سمجھے اور نہ ہی مذکر اولاد کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اسے اس بیٹی کے سبب جنت میں داخل کرے گا۔"

---

[8] امام احمد بن حنبل، **مسند احمد**، (بیروت: دار المعرفہ، ۱۴۲۲ھ)، ۶: ۴۳۶

[9] الھیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، **مجمع الزوائد**، (بیروت: دار الکتب العربی، ۱۴۰۲ھ)، ۸: ۱۶۰

[10] علاؤالدین علی المتقی، **کنز العمال**، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ)، ۱۶: ۴۴۷، حدیث: ۴۵۳۶۴

[11] امام احمد بن حنبل، **مسند احمد**، (بیروت: دار المعرفہ، ۱۴۲۲ھ)، ۶: ۴۳۶

عصر حاضر میں بیٹیوں سے وراثت میں ناانصافی:

آج پوری دنیا میں علوم وفنون کا چرچا ہے لیکن اس کے باوجود بیٹیوں کے ساتھ جس طرح ناانصافی ہوتی ہے اسے دیکھ کر زمانہء جاہلیت کی یاد آجاتا ہے۔ آج بھی مسلم معاشروں میں مسلم خاندانوں میں بیٹیوں کو تعلیم سے محروم کیا جاتا ہے۔ ان کے علاج معالجہ پر توجہ نہیں دی جاتی۔ بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دیکر ان کی دل شکنی کی جاتی ہے۔ ان کی رضاوخوشی نظر انداز کر کے ان کی زبردستی شادی کر دی جاتی ہے اور انھیں حقِ وراثت سے بھی محروم کیا جاتا ہے۔

وطن عزیز پاکستان کے صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے بیشتر علاقوں میں باپ اپنی بیٹیوں کو ان کی شادی کے موقع پر ہی کچھ زیورات اور گھریلو سامان دے کر حقِ وراثت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ بھی نصیحت کرتا ہے کہ میری وفات کے بعد بھائیوں سے جائیداد طلب نہ کرنا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جائیداد کی لالچ میں عورتوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

صوبہ خیبر پختونخوا کے بعض خاندانوں میں لڑکوں کی موجودگی میں لڑکیاں وارث بن ہی نہیں سکتیں۔ باپ کی جائیداد سے لڑکیوں کے لیے غیر منقولہ جائیداد حاصل کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ نیز بیواؤں کے لیے الگ سے وراثت کا کوئی تصور عملاً موجود نہیں ہے۔ عموماً انہیں جائیداد میں وارث کی حیثیت سے قبول ہی نہیں کیا جاتا۔

صوبہ بلوچستان کے کچھ علاقوں میں لڑکیوں میں جائیداد تقسیم تو ہوتی ہے لیکن اس کا تمام کنٹرول ان کے سرپرستوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ان علاقوں میں خواتین والد کی جائیداد میں سے حصہ لے سکتی ہیں لیکن عملاً اسے سماج قبول نہیں کرتا، اس لیے انہیں اپنے حصے سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ بیواؤں کی جائیداد ہتھیانے کے لیے انہیں ان کی مرضی کے بغیر سسرال میں ہی کسی سے دوبارہ شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کے معاشرتی طریقے:

بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے ہمارے معاشرہ میں متعدد طریقے رائج ہیں۔ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

قرآن سے شادی:

بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کا ایک طریقہ قرآن مجید سے شادی کرانا ہے۔ قرآن مجید کو آڑ بنا کر بیٹیوں کے انسانی حقوق سلب کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔مال و جائیداد کی وراثت سے محروم کرنے کے

لیے یہ مکروہ ترین عمل کیا جاتا ہے اوراس کو متبرک اور مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ جاگیر دار اور وڈیرے اپنے خاندان میں کسی مناسب مہر کی عدم دستیابی کی صورت میں اپنی بیٹیاں قرآن سے بیاہ دیتے ہیں اور قرآن سے شادی کے نام پر اس سے نکاح کا حق معاف کرا لیتے ہیں۔ پھر ساری عمر وہ لڑکی اکیلی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ہائے افسوس یہ مکروہ اور توہین آمیز کام کیا جاتا ہے اور اس پر ندامت و شرمندگی بھی محسوس نہیں کی جاتی۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کرنے کی تعلیمات دیتا اور انسانوں کو ان کے انسانی وفطری حقوق عطا کرتا ہے۔ قرآن مجید بیٹیوں کے اولیاء کو ان کی شادی کرانے کا حکم دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و انکحو الایامٰی منکم والصالحین من عباد کم وا مائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ سمیع علیم[12]

"اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کے نکاح کرادو۔ اور تم اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کے نکاح بھی کرادو۔ اگر وہ مفلس ہوئے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیگا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔"

قرآن مجید میں بیٹیوں کو وراثت سے مقررہ حصہ دینے کا قطعی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ[13]

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے۔ اگر لڑکیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کیلیے میت کے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ہے اور اگر وارث صرف ایک لڑکی ہی ہو تو اس کیلیے کل ترکہ میں سے آدھا حصہ ہے۔"

قرآن مجید کی اس آیہء مبارکہ سے بیٹی کے لیے والدین کی میراث سے حصہء وراثت پانے کی تین صورتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں جن کی تعمیل فرض ہے۔

i. بیٹے کی موجودگی میں بیٹی کا حصہءوراثت ایک گنا ہو گا۔

---

[12] النور: ۳۴

[13] النساء: ۱۱

ii. اگر میت کی وارث صرف بیٹیاں ہوں اور ان کی تعداد دو یا دو سے زائد ہو تو ان کیلیے میت کے ترکہ سے دو تہائی حصہ ہے جو ان میں برابر تقسیم ہو گا۔

iii. اگر میت کی وارث صرف ایک ہی بیٹی ہو تو اسے کل ترکہ میں سے نصف حصہ ملے گا۔

پسند کا حق سلب کرنا:

بیٹیوں کے حق وراثت دبانے کا ایک طریقہ ہمارے معاشرہ میں یہ بھی مروج ہے کہ ان کی شادی ان کی رضا اور پسند کے خلاف خاندان یا غیر از خاندان ایسی جگہ کر دی جاتی ہے کہ وراثت کا مطالبہ ہی نہ ہو سکے۔ اسلام جس طرح مردوں کو وقار کے ساتھ پسند کی شادی کی اجازت دیتا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی حیا اور پاکیزگی کے ساتھ اپنا جیون ساتھی منتخب کرنے کا پورا حق دیتا ہے۔ نکاح و بیاہ کے معاملہ میں عورت کی رضا اور پسند کس قدر اہمیت کی حامل ہے اسے ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه و سلم قال لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا يا رسول الله وكيف إذنها ؟ قال أن تسكت[14]

"نبی ﷺ نے فرمایا شوہر دیدہ عورت سے مشورہ کیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا کنواری کی اجازت کس طرح ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خاموشی سے۔"

حضرت خنساء بنت خذامؓ بیان کرتی ہیں کہ جب وہ بیوہ ہوئیں تو ان کے والد نے ان کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر کر دیا اور یہ نکاح انھیں پسند نہیں تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔[15]

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا رواه مسلم[16]

---

[14] امام بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب النکاح**، باب لا ينكح الأب وعيره البكر والثيب إلا برضاها

[15] امام بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب النکاح**، ایضاً

[16] امام بخاری، الجامع الصحیح، **کتاب النکاح**، باب اسْتِئْذَانِ الثَّيِّبِ فِى النِّكَاحِ بِالنُّطْقِ وَالْبِكْرِ بِالسُّكُوت

''نبی ﷺ نے فرمایا شوہر دیدہ عورت اپنے سرپرست کے مقابلہ میں اپنی جان کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کی مرضی پوچھی جائے گی، اور اس کی رضامندی کی علامت اس کی خاموشی ہے۔''

ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کا حقِ پسندیوں بھی سلب کیا جاتا ہے کہا گیر دار خاندانوں میں لڑکیوں کی شادیاں ان کی رضامندی کے بغیر ہی تایازاد، چچازاد اور ماموں زاد بھائیوں سے کی جاتی ہیں تا کہ وراثت کے ذریعے ان کی زمینیں خاندانوں سے باہر نہ جاسکیں۔

شادیوں پر اسراف:

موجودہ دور میں بیٹیوں کے حق وراثت کو سلب کرنے کا یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ ان کی شادی پر بے جا اسراف اور نمود و نمائش کرنے کے بعد انھیں یہ باور کرادیا جاتا ہے کہ شادی میں اتنا خرچہ ہو گیا ہے لھٰذا ان کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں بنتا۔ چناچہ باپ کی وفات کے بعد وہ اپنے بھائیوں سے وراثت کا مطالبہ بالکل نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو جو حقداروں کو ان کے حقِ وراثت سے محروم کرتے ہیں سخت وعید سنائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ [17]

''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز کیا تو اللہ اسے جہنم داخل کریگا اور وہ شخص ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب مقرر ہے۔''

معمولی تحائف:

بیٹیوں کو حق وراثت سے محروم کرنے کا ایک طریقہ ہمارے معاشرہ میں یہ بھی رائج ہے کہ بعض خاندانوں میں بیٹیوں سے یہ لکھوالیا جاتا ہے کہ وہ وراثت کی دعوے دار نہیں ہیں۔ ان کا حصہ ان کے بھائیوں کو دے دیا جائے۔ اس کے بدلہ میں بیٹیوں کو معمولی تحائف دے دیئے جاتے ہیں۔ کچھ دولت مند گھرانوں میں جہاں بیٹی کی بہتری کی فکر ہو یا اس کی طلاق کا ڈر ہو کہ سسرال اس کے لیے مسئلے پیدا کرے گا، بیٹی کو جائیداد کے بدلے میں والدین عمر بھر تحفے دیتے رہتے ہیں۔ ان تحفوں میں مکان، گاڑی اور نقدی ہو سکتی ہے۔ لیکن بیٹیوں کو حقِ وراثت نہیں دیا جاتا۔

---

[17] النساء: ۱۴

اراضی میں دھوکہ دہی:

زرعی زمین کے معاملات میں بیٹیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ بھائی اپنی بہنوں کو کچھ رقم اور معمولی اثاثے دے دیتے ہیں جن کی قیمت ان کے اصل حقِ وراثت سے کہیں کم ہوتی ہے۔ عموماً شادی شدہ لڑکی کو اس کا حصہ ٔ وراثت نہیں دیا جاتا، اس لیے کہ یہ مال اس کے خاوند اور سسرال کے لیے ہی فائدہ بخش ہو گا۔ اسی طرح زمین داروں کے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ زمین کے وارث صرف بیٹے ہی ہو سکتے ہیں، بیٹیاں نہیں۔ پاکستان میں کی گئی زرعی اصلاحات میں زیادہ سے زیادہ زمین کی ملکیت کی ایک حد مقرر کی گئی ہے۔ سرکاری حد سے زیادہ زرعی زمینوں کو حکومتی حوالگی اور ٹیکس سے بچانے کے لیے خاندان کی عورتوں کے محض نام کیا جاتا ہے، انہیں ان زمینوں کی نہ تو ملکیت دی جاتی اور نہ وراثت۔

تجارت پر قبضہ:

بیٹیوں کے حق وراثت دبانے کا ایک طریقہ ہمارے معاشرہ میں یہ بھی مروج ہے کہ تاجر صرف بیٹوں ہی کو کاروبار میں شریک بناتے ہیں، بیٹیوں کو نہیں۔ تمام کاروبار، کارخانے، زمین، املاک اور دوسرے اثاثے صرف بیٹوں کو ہی دیے جاتے ہیں۔ جب کہ بیٹیوں کو صرف جہیز دے کر تمام وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

روزگار میں مدد:

ہمارے معاشرہ میں ایک طریقہ یہ بھی رائج ہے کہ لڑکی کے والدین داماد کے روزگار یا کاروبار وغیرہ میں مدد کرتے ہیں اور لڑکی اپنے حصہ ٔ وراثت سے دستبردار ہو جاتی ہے۔

طلاق:

ہمارے معاشرے میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ عورتوں کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے شوہر بستر مرگ پر انہیں طلاق دے جاتے ہیں۔

دو بیٹیوں کی میراث کا شرعی مسئلہ:

بیٹیوں کے مسائلِ وراثت میں سے ایک اہم شرعی مسئلہ یہ ہے کہ میت کے ورثاء میں صرف دو بیٹیاں ہی وارث ہوں اور ان کے علاوہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو تو ان دو بیٹیوں کیلیے میراث کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس مسئلہ کی بابت عہدِ صحابہ میں فکری اختلاف موجود تھا۔ جمہور صحابہ کرام سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس مسئلہ میں فکری اختلاف کیا۔ پہلے ہم جمہور کی رائے کا تذکرہ کرتے ہیں اور بعد ازیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے بیان کریں گے۔ اور آخر میں ہم اس مسئلہ میں اپنا نکتہ ء نظر بھی پیش کریں گے۔

جمہور کی رائے:

جمہور صحابہ کرام اور علماء وفقہاء کی رائے کی بابت امام سرخسی نے فرمایا:

فإن كانتا اثنتين فلهما الثلثان في قول عامة الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين وهو قول جمهور الفقهاء۔۔۔الخ[18]

" عامۃ الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ دو بیٹیوں کیلیے دو تہائی حصہ ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے کیلیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ بیان فرمایا ہے بایں صورت کہ جب میت کے ورثاء میں لڑکے اور لڑکیاں ہوں چاہے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو یا ایک سے زائد لڑکے اور لڑکیاں۔ اس آیت کے مطابق لڑکے کیلیے بالاتفاق دو تہائی حصہ بنتا ہے۔ پس اس طرح ہمیں ایک اصول قائم کرنے میں مدد فراہم ہوئی ہے کہ دو لڑکیوں کے لیے دو تہائی حصہ ہے۔ یعنی دو لڑکیوں کا حصہ ایک لڑکے کے برابر۔ جب کل مال کو تین حصوں میں تقسیم کریں تو لڑکے کیلیے دو تہائی اور لڑکی کیلیے ایک تہائی حصہ ہو گا۔"

عامۃ الصحابہ اور جمہور فقہاء کی دوسری دلیل سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱ کا سببِ نزول ہے۔ جس کی تفصیل سنن ترمذی میں اس طرح روایت کی گئی ہے:

عن جابر بن عبدالله قال جاء ت امراة سعد بن الربيع بابنتيها من سعد الى رسول اللهﷺ فقالت يارسول الله ﷺ هاتان ابنتا سعد بن الربيع قتل ابوهما معك يوم احد شهيدا وانّ عمهما اخذ مالهما فلم يدع لهما مالاً ولاتنكحان الّا ولهما مال قال يقضى الله فى

[18] امام سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل، **المبسوط**، (بیروت: دارالفکر، ۱۴۲۲ھ)، ۲۹: ۱۴۸، ۱۴۷

ذلك فنزلت اية الميراث فبعث رسول اللهﷺ الى عمها فقال اعط ابنتى سعد الثلثين واعط امهما الثمن وما بقى فهو لك[19]

"سیدنا جابر بن عبد اللہؓ نے فرمایا سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوہ اپنی دو بیٹیوں سمیت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی یا رسول اللہ یہ دونوں سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد آپ ﷺ کے ساتھ یوم احد میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تھے۔ ان لڑکیوں کے چچا نے ان کا مال (جو ان کے والد کا ترکہ تھا) لے لیا ہے۔ اس نے اِن کیلیے کچھ نہیں چھوڑا اور مال کے بغیر اِن سے کوئی نکاح نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادے گا۔ پس آیتِ میراث نازل ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ ان لڑکیوں کے چچا کو بلوایا اور فرمایا سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دو اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔"

میر سید شریف جرجانی نے شریفیہ میں دو بیٹیوں کے لیے دو تہائی حصہ کی بابت لکھا ہے:

انّ البنتين امس رحماً من الاختين اللتين تحرزان الثلثين فهما اولى بذلك الاحراز[20]

"بیٹیاں، بہنوں سے زیادہ قریب ہوتی ہیں رحم کے رشتہ کے اعتبار سے، بہنیں اگر دو ہوں تو دو تہائی حصہ سمیٹتی ہیں۔"

اس دلیل کے پیش نظر ہم یہ کہتے ہیں بیٹیاں اگر دو ہوں تو بہنوں سے زیادہ اس حصہ دو تہائی کی حقدار ہوتی ہیں۔ جمہور صحابہ وفقہاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دو بیٹیوں کیلیے دو تہائی حصے کا تعین قرآن وسنت کی روشنی میں کیا اور وزنی دلائل بھی فراہم کئے۔

حضرت ابن عباسؓ کی رائے:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ دو بیٹیوں کیلیے نصف حصہ کے قائل تھے۔ امام رازی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا اس مسئلہ میں نکتہء نظر یہ بیان کرتے ہیں: انہ قال فرض البنتين فهو النصف...الخ[21] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا دو بیٹیوں کا حصہ نصف ہے اور آپ کی دلیل" فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما

---

[19] امام ترمذی، **سنن ترمذی**، محولہ بالا، ۲: ۲۹

[20] جرجانی، میر سید شریف، **شریفیہ شرح سراجیہ**، (ملتان: مکتبہ امدادیہ، ۱۴۰۲ھ)، ۲۱

[21] امام رازی، **التفسیر الکبیر**، محولہ بالا، ۵: ۲۱۳

ترک"[22] ہے اور اِن شرطیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹیاں دو تہائی حصہ اس وقت لیں گی جب وہ تین یا تین سے زائد ہوں گی۔

امام سرخسی کا تجزیہ:

آپؒ کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کرتے ہوئے امام سرخسی فرماتے ہیں:

وكان ابن عباس يقول للبنتين النصف، ويستدل ، فانّ الله تعالىٰ شرط فى استحقاق البنات الثلثين أن يكن فوق الثنتين۔۔۔۔ الخ[23]

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ دو بیٹیوں کے لیے باپ کے ترکہ میں سے نصف حصہ ہے۔ آپؓ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱ کے ظاہر حکم سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو سے زائد بیٹیوں کیلیے دو تہائی حصہ مقرر فرمایا ہے اور دو بیٹیوں کے حصہ لینے کے دو طرح کے حال ہیں اول یہ کہ دو بیٹیوں کو تین سے تعبیر کیا جائے۔ دوم یہ کہ دو بیٹیوں کو ایک سے تعبیر کیا جائے اور دو بیٹیوں کو ایک سے تعبیر کرنا زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ دو بیٹیوں کو تین سے تعبیر کرنا منصوص شرط کا ابطال ہے اور قیاس سے نص کا ابطال، باطل ہے اور آیت کا اوّل حصہ دلالت کرتا ہے کہ دو بیٹیوں کیلیے نصف حصہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " للذكر مثل حظ الانثيين[24] "ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔" اور جس شخص نے اپنے ورثاء میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑیں تو بیٹے کیلیے نصف حصہ ہے اور یہ اشارہ ہے کہ دو لڑکیوں کا حصہ نصف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "فلھن" بھی ہمارے دعوی کی دلیل ہے، اس لیے کہ یہ لفظ جمع کیلیے مستعمل ہے، اور متفق علیہ یہ ہے کہ جمع کا اطلاق تین پر ہوتا ہے۔"

جمہور صحابۂ کرام وفقہاء کرام اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آراء اور دلائل کا جائزہ لینے کے بعد ہمیں یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ طرفین نے اولاً قرآن مجید کو اپنا مرکز و محور رکھ کر منشائے ایزدی کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی۔ پھر عربی لغت کے حوالے سے بھی اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی اور اس پر دلائل قائم کئے۔ ثانیاً جمہور صحابہ وفقہاء رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تمسک بالسنۃ کا مقدس فرض بھی باحسنِ وجوہ پورا کیا۔ اور احادیثِ نبویہ کو

---

[22] النساء: ۴

[23] امام سرخسی، **المبسوط**، محولہ بالا، ۱۵: ۱۴۷، جز۲۹

[24] النساء: ۱۱

اس ضمن میں بطور دلیل پیش کیا۔ قرآن مجید کی عملی تفسیر سنت وحدیثِ مصطفی ﷺ کو فإن كنّ نساء فوق اثنتين[25] کی شرح کے طور پر لیا اور اسی پر اجماع قائم کیا۔ دوسری جانب حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اسی آیت کے الفاظ پر تدبر و تفکر کیا اور عربی قواعد کی رو سے واحد، تثنیہ اور جمع کے قانون کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک یا دو بیٹیوں کیلیے بھی نصف حصے کا استدلال کیا۔ لیکن آپؓ نے اس حوالے سے نہ تو قرآن مجید سے اس کی مثال یا امثال پیش کیں اور نہ ہی سنت واحادیث نبویہ ﷺ سے اپنے دعویٰ کے حق میں کوئی دلیل پیش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپؓ کے دلائل جمہور صحابہ وفقہاء کے دلائل کے سامنے کمزور ہو گئے اور آپؓ کے نظریہ کو قبولِ عام حاصل نہ ہوا۔

ہماری تحقیق کے مطابق جمہور صحابہ وفقہاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نظریہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ سے زیادہ قوی و لائقِ تعمیل نظر آتا ہے۔ کیونکہ قرآنِ حکیم کے حقیقی شارح تو رسولِ کریم ﷺ ہی ہیں۔ اور اس ضمن میں مرجع اول تو آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ آپ ﷺ نے خود دو بیٹیوں کیلیے دو تہائی حصہ کا فیصلہ فرمایا اور صحابہ و تابعین وفقہاء اسلام میں یہ رائج ہو گیا۔

ہم نے اس مسئلہ پر خوب غور وخوض کیا اور یہ سوچا کہ دو بیٹیوں کے لیے دو تہائی حصہ کی دلیل سورۃ النساء کی آیت ۱۱ کے علاوہ قرآن مجید سے کوئی اور بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے قرآنِ مجید کے ذریعہ استعانت کی دعا کی۔ پروردگارِ عالم نے اپنے فضل سے ہماری رہنمائی سورۃ النساء کی آخری آیت کی طرف فرمائی۔ وہاں اس مسئلہ کا واضح قرآنی حل موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ[26]

" اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اس کی صرف ایک بہن ہی وارث ہو تو اس بہن کیلیے آدھا حصہ ہے اس کل مال میں سے جو مرنے والے نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور وہ بھائی وارث ہو گا اس بہن کا اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اگر وارث صرف دو بہنیں ہی ہوں تو ان کیلیے دو تہائی حصہ ہے اس کل مال میں سے جو میت نے چھوڑا ہے۔"

---

[25] النساء: ۱۱

[26] النساء: ۱۷۶

آیتِ مذکورہ میں فرمایا گیا کہ میت کی وارث صرف ایک بہن ہی ہو تو اس کے لیے میت کے ترکہ سے آدھا حصہ ہو گا۔ اگر صرف دو بہنیں وارث ہوں تو وہ دو تہائی حصہ کی حقدار ہوں گی۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱ میں بیٹی کی میراث میں حکم دیا گیا تھا کہ اگر بیٹی صرف ایک ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہو گا اور اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ دو تہائی حصہ لیں گی اور اسی پر اجماع قائم ہے۔ حضرات صحابہ کرام میں "فوق اثنتین" کے جملہ کی وجہ سے اختلاف رائے تھا اور اسی رائے پر دلائل بھی دیئے گئے۔ اسی ناطے مختلف توجیہات بھی پیش کی گئیں اور اسی بناء پر فقہاء کرام نے بھی اس بحث کے اندر دلائل میں اضافہ کیا۔

ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق میں بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا جہاں ایک کمزوری کی نشاندہی ہوئی اور وہ یہ کہ اس ضمن میں قرآن حکیم سے بالاستیعاب استفادہ نہیں کیا گیا۔ یعنی کتاب اللہ کی تفسیر خود کتاب اللہ کی روشنی میں کسی نے بھی پیش نہیں کی۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ ایک مسئلہ میں پیدا ہو جانے والی الجھن کو دور کرنے کے لیے کتاب اللہ سے ہی مدد لی گئی ہے۔ اس کا حل قرآن مجید سے ہی مل گیا ہے اور یہ الجھن کافور ہو گئی ہے۔ اور اختلاف رائے کا معاملہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ میت کی وارث اگر صرف ایک بیٹی یا بہن ہو تو وہ اس کے متروکہ سے نصف حصہ کی حقدار ہو گی اور اگر دو یا دو سے زائد صرف بیٹیاں یا بہنیں ہی وارث ہوں تو وہ دو تہائی حصہ کی حقدار ہوں گی۔ یہی فرمان خداوندی سے براہِ راست مستنبط و مستفاد ہے۔ اور اس ناطے ہماری دانست میں مبنی بر حق وصواب ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ والحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ رحمۃ للعٰلمین

نتائج وسفارشات:

۱۔ اسلام میں عورت کا حقِ وراثت، حقِ جائیداد اور حقِ ملکیت تسلیم شدہ ہے۔ مگر تمام مسلم معاشروں عملی صورت اس سے قدرے متصادم ہے۔ اس معاملہ میں عورت کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا ہے اور اس کو اپنے ورثا کے حقِ وراثت سے محروم کیا جاتا ہے۔ چناچہ اس عمل کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ نیز قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان مسائل کو حل کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں۔

۲۔ قرآن وسنت میں جائیداد اور اموال کی وراثت میں عورت کا حقِ وراثت ہے جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے لیکن عورت کو یہ حق آسانی سے نہیں ملتا۔ سماجی سطح پر اسے اپنے حقِ وراثت کے حصول میں بے شمار

مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سال ہا سال عدالتوں اور پنچائتوں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں۔ اور اسی میں عمر تمام ہو جاتی ہے۔ ان مسائل کے حل کیلیے صاحبان علم و اختیار کو خصوصی توجہ دینے اور عملی اقدام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۳۔ وطن عزیز کے بیشتر علاقوں میں باپ اپنی بیٹیوں کو ان کی شادی کے موقع پر ہی کچھ زیورات اور گھریلو سامان دے کر حقِ وراثت سے محروم کر دیتا ہے اور یہ بھی نصیحت کرتا ہے کہ میری وفات کے بعد بھائیوں سے جائیداد طلب نہ کرنا۔

۴۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جائیداد غصب کرنے کی لالچ میں عورتوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور انہیں طلاق بھی دی جاتی ہے۔

۵۔ بعض خاندانوں میں لڑکوں کی موجودگی میں لڑکیاں وارث بن ہی نہیں سکتیں۔ باپ کی جائیداد سے لڑکیوں کے لیے غیر منقولہ جائیداد حاصل کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ نیز بیواؤں کے لیے الگ سے وراثت کا کوئی تصور عملا موجود نہیں ہے۔ عموماً انہیں جائیداد میں وارث کی حیثیت سے قبول ہی نہیں کیا جاتا۔

۶۔ کچھ علاقوں میں لڑکیوں میں جائیداد تقسیم تو ہوتی ہے لیکن اس کا تمام کنٹرول ان کے سرپرستوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بیواؤں کی جائیداد ہتھیانے کے لیے انہیں ان کی مرضی کے بغیر سسرال میں ہی کسی سے دوبارہ شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

۷۔ جاگیردار خاندانوں میں لڑکیوں کی شادیاں چچا یا تایازاد بھائیوں سے کی جاتی ہیں تاکہ وراثت کے ذریعے ان کی زمینیں خاندانوں سے باہر نہ جاسکیں۔

۸۔ تاجروں میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ بیٹوں کو کاروبار میں باپ کا شریک بنایا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ تمام کاروبار، کارخانے، زمین، املاک اور دوسرے اثاثے صرف بیٹوں کو ہی دیے جائیں۔ جب کہ بیٹیوں کو صرف جہیز دے کر باقی تمام وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ پاکستان میں کی گئی زرعی اصلاحات میں زیادہ سے زیادہ زمین کی ملکیت کی ایک حد مقرر کی گئی ہے۔ سرکاری حد سے زیادہ زرعی زمینوں کو حکومتی حوالگی اور ٹیکس سے بچانے کے لیے خاندان کی عورتوں کے محض نام کیا جاتا ہے، انہیں ان زمینوں کی ملکیت نہیں دی جاتی۔

۱۰۔ بعض خاندانوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کے والدین داماد کے روزگار یا کاروبار وغیرہ میں مدد کرتے ہیں اور لڑکی اپنے حصہ ٔوراثت سے دستبردار ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ درج بالا تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات واضح اور آسان انداز میں پہنچائی جائیں۔ بیٹیوں میں حقوقِ وراثت کے حصول کا شعور بیدار کیا جائے اور والدین وسرپرستوں کو اس حق کی ادائیگی کا احساس دلایا جائے۔

۱۲۔ حکوت پاکستان وراثتی مسائل کے حل کے لیے صوبوں کے ساتھ مشاورت کے ایک اتھارٹی بنائے جس کے ماتحت ضلعی سطح پر وراثت کے مسائل کم سے کم وقت میں حل کیے جائیں۔